© rasailojaraid.com

مولانا محمد مغیرہ

حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ
یادوں کے آئینے میں

وہاڑی شہر سے کچھ فاصلہ پر ایک دیہات کی چھوٹی سی بستی میں ایک مدرسہ جو نہایت ہی مختصر مگر خدمات میں اپنی مثال آپ ہے۔ جس میں قرآن مجید حفظ کرنے کی غرض سے میں داخل ہوا اس کے منتظم و استاد علاقہ کی مشہور دینی شخصیت حافظ غلام محمد مرحوم تھے۔ اس مدرسہ کی سرپرستی قاری محمد عبداللہ صاحب مدظلہ آف تونسہ فرماتے رہے جو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے اور حافظ غلام محمد مرحوم کو حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا جس کے سبب اکثر و بیشتر مدرسہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ اپنی محفلوں میں امیر شریعت کا تذکرہ کرتے اکثر آبدیدہ ہو جاتے۔ اس تذکرہ ابناء امیر شریعت کا تذکرہ بھی کرتے۔ میں چونکہ طالب علم تھا گو کہ بچپن کا زمانہ تھا مگر مسلسل ایک تذکرہ سننے سے اور پھر یہ کہ تذکرۂ خیر، فطرتاً اس طرف مائل ہونا یقینی امر تھا۔ جس کے باعث بچپن ہی سے میرے دل میں خاندان امیر شریعت کی محبت جگہ پکڑ چکی تھی۔ البتہ انکے ملنے کا شوق ہمیشہ تڑپاتا رہا مگر میری نوعمری کی وجہ سے ملاقات کا کوئی سبب نہ بنا۔ حفظ قرآن کے بعد وہاڑی باغ والی مسجد میں دینی تعلیم کے حصول کیلئے والد صاحب کے شوق پر داخل ہوا۔ فارسی کا تعلیمی سال تھا کہ ایک دن حضرت ابوذر بخاری مرحوم وہاڑی تشریف لائے۔ باغ والی مسجد میں ہی ان کا درس قرآن تھا۔ جبکہ وہاڑی کی ایک معروف دینی شخصیت ساجد انصاری کے مکان پر قیام تھا۔ درس قرآن میں تو شریک نہ ہو سکا بعد میں پہنچ کر شرف ملاقات سے دلی تسکین ہوئی کہ جسکی تسلسل کے ساتھ جستجو تھی اسکی زیارت ہو گئی مگر اسکو پا لینے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ دو سال بعد جہانیاں کے ایک مشہور دینی مدرسہ رحمانیہ میں داخل ہوا۔ ایک دفعہ اتفاقاً ایک ہم درس کے ساتھ ملتان جانا ہوا۔ پوچھتے پوچھتے شاہ صاحب کے مکان پر پہنچا افسوس شاہ جی جماعتی تبلیغی سفر پر تھے چنانچہ مایوس واپس لوٹا، مگر انکی محبت دل میں سمائے ہوئی تھی۔ واپس مدرسہ پہنچ کر میں نے سہمے انداز میں حضرت کو ایک خط پوسٹ کیا جس کا مقصد سوائے دلی تسکین کے اور کچھ نہیں تھا اور یقین تھا کہ اتنا بڑا آدمی مجھ جیسے کو کیا جواب دیگا۔ اس خط کا مضمون مختصر یہ تھا کہ میں زیر تعلیم ہوں اور دعاء کی درخواست ہے۔

جواب کا انتظار رہا مگر کافی دن گزر گئے جواب موصول نہ ہوا۔ اور خیال یقین کی صورت اختیار کر گیا کہ مجھے کیوں جواب نصیب ہو، پھر یہ کہ کوئی جوابی مضمون بھی نہیں تھا۔ تقریباً تین ماہ گزر گئے، ایک دن اچانک ایک خط ملا جس میں ایک چھوٹے سے کاغذ پر نہایت ہی باریک قلم سے لکھی ہوئی تحریر پڑھنے کو ملی جو حضرت شاہ صاحب کی طرف سے مجھ جیسے ایک حقیر طالب علم کا جواب تھا۔ مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ میری جماعتی مصروفیات کے باعث آپکو جواب میں تاخیر ہوئی، معذرت خواہ ہوں۔ اس کے بعد تعلیم کے حصول پر مبنی نصیحتیں اور آخر میں تحریر تھا صبح کی نماز کے بعد کلمہ تمجید، عصر کے بعد استغفار اور عشاء کے بعد درود شریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیارہ گیارہ دفعہ پڑھ لیا کرو اور اگر ہو سکے تو گا ہے گا ہے رابطہ کر لیا کریں۔

وہ خط میرے لیئے نہایت ہی خوشی کا سبب ہوا۔ کئی دنوں تک اس خط کو بار بار پڑھتا رہا مگر افسوس خط کئی دن تک سنبھال کر رکھنے کے باوجود مجھ سے گم ہو گیا۔ جس کا پچھتاوا اور قلق آج تک برابر ہے۔ ایک دن جمعہ کی چھٹی سے فائدہ اٹھایا، صبح ہی ناشتہ کے بعد جہانیاں سے ملتان روانہ ہو گیا۔ تقریباً دس بجے کے قریب مکان پر حاضر ہوا، دستک دی، غالباً مولوی محمد یوسف احرار جو اُن دنوں دفتر کے ناظم ہوا کرتے تھے باہر تشریف لائے۔ نام و پتہ پوچھ کر حضرت کو اطلاع دی اور مجھے اندر آنے کی اجازت مل گئی۔

اس پہلی ہی ملاقات نے مجھے بے پناہ متاثر کیا میں ایک ابتدائی طالب علم، سوائے زیارت و ملاقات کے دل میں اور حسرت و تمنا نہیں تھی۔ مجھے اس قدر محبت دی، میرے تعلیمی حالات پوچھے، گھر کے حالات پوچھے، ایسے محسوس ہوا جیسے ہمارے گھرانے کے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے۔ میرے اساتذہ کے نام پوچھے، انکی خیریت دریافت کی، میں ذاتی طور پر ششدر رہ گیا اور حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ میں ایک طالب علم پھر یہ کہ اس سے قبل کسی قسم کا تعلق نہیں۔ نہ میرے والدین سے واقف اور نہ ہی میری برادری کے کسی فرد سے آشنائی اور پھر پہلی ملاقات....... حقیقت یہ ہے کہ وہ واقعی طور پر ایک بہت بڑے انسان تھے۔ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنے سے چھوٹے پر رحم اور محبت کرنا اپنا وطیرہ بنائے ہوئے تھے۔ انکی محبت نے میری اجنبیت چھین لی اور میں ایسے محسوس کر رہا تھا کہ جیسے میں انکا اپنا ایک فرد ہوں۔ انہوں نے چونکہ جمعہ کی تیاری کرنا تھی اور میں نے واپس مدرسہ جہانیاں آنا تھا۔ اجازت چاہی تو انہوں نے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ میں واپس تو ہوا مگر مجھ پر حیرت کافی دنوں تک طاری رہی کہ وہ کتنے بلند مرتبہ انسان ہیں اور اتنے وسیع الظرف کہ مجھ جیسے حقیر کو اتنی محبت بخشی۔ جبکہ آج بڑے بڑے دین کے ٹھیکیداروں کا حال یہ ہے کہ دوسرے کو جب تک حقیر نہ جانے انکی عزت قائم نہیں رہتی۔ نام نہاد بزرگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے خاص تعلق رکھنے والے افراد سے بھی اتنی محبت سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ محسن ترستے رہتے ہیں کہ کہیں حضرت سے ملاقات ہو جائے۔

جہانیاں تین سال رہا کبھی کبھار ملاقات کیلئے ملتان آنا ہو جاتا۔ اتفاقاً بعد میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ لیا۔ حاضر ہوا اور قاسم العلوم میں داخلے کی اطلاع کی سن کر بڑے خوش ہوئے پھر پوچھا کون کونسے اسباق ہیں اس سال میں؟ عرض کیا حضرت، ہدایہ اولین، نور الانوار، ترجمہ عشرہ آخری اور سلم العلوم ہے۔ فرمانے لگے ادب کا کوئی سبق شامل نہیں کیا؟ میں نے وجہ تو نہ بتائی البتہ نفی میں جواب دیا۔ مسکرا کر فرمایا ہاں بھائی ہم بے ادب تھے اس لئے ہمیں ادب لازمی پڑھایا گیا آپ تو ماشاء اللہ با ادب ہیں آپکو ادب پڑھنے کیا ضرورت ہے۔ اب تو اکثر بیشتر ملاقات کے لیئے حاضری ہو جاتی۔ کئی دفعہ خدمت کا موقع بھی ملا۔ مجھے ہمیشہ پڑھائی میں شوق و محنت پر تلقین فرماتے اور اساتذہ کا احترام کرنے کا حکم فرماتے اور فرمایا کرتے کہ علم دین کے حصول میں کامیابی کے جو اسباب ہیں ان میں اساتذہ کا احترام و اکرام سر فہرست ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دفعہ میرے استاذ الحدیث مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے ہمراہ طلباء کا گروپ حضرت سے ملنے کیلئے گیا، میں بھی شامل تھا۔ استاد محترم نے مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا آخر میں درخواست کی کہ طلباء کو کچھ نصیحت فرمادیں جس پر فرمایا کہ نصیحت تو بزرگ لوگ کرتے ہیں البتہ ایک گزارش پیش خدمت ہے اگر طلباء کرام کے دلوں میں جگہ پا جائے اور فرمایا کہ علم دین سیکھنا اور سیکھانا ایک بہت بڑا کام ہے۔ مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ تعلیم سے فراغت کے بعد روزی کیلئے ٹوکری اٹھا کر مزدوری کر لینا، کوئی اور کام کر لینا جس سے روزی میسر ہو سکے مگر روزی کیلئے دین کو نہ بیچنا اور دین کیلئے بدنامی کا سبب نہ بننا۔ اس کے بعد دعاء کی درخواست کر کے ہم چل دیئے۔ ایک دفعہ قاسم العلوم ملتان میں مولانا انظر شاہ صاحب تشریف لائے۔ مدرسہ میں چھٹی ہو گئی۔ میں نے کتابیں سنبھالیں اور حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا حضرت نے پوچھا کیوں بھائی آج پڑھائی نہیں کی؟ وجہ بتائی کہ مولانا انظر شاہ صاحب تشریف لائے ہیں جس کے سبب مدرسہ میں چھٹی ہو گئی ہے۔ فرمانے لگے ہاں بھائی میں نے بھی سن رکھا ہے خیر المدارس میں جا کر ان سے ملاقات کرونگا ابھی بیٹھے ہی تھے کہ میرے استاد مولانا خدا بخش صاحب اس وقت خیر المدارس ملتان میں استاذ الحدیث ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ دروازہ پر آئے اور کہنے لگے حضرت انظر شاہ صاحب آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اتنی بات سنتے ہی فرمانے لگے بھائی اتنے بڑے آدمی کو میں کہاں بیٹھاؤں گا۔ میرے پاس تو ان کے شایان شان جگہ ہی نہیں اُن کو میں جانتا ہوں وہ کس کا بیٹا ہے اور جلدی سے بیٹھک کا دروازہ کھلوایا مختصر سی صفائی کر ہی رہے تھے کہ انظر شاہ صاحب دروازہ پر پہنچ گئے۔ قاسم العلوم کے مہتمم مولانا عبدالبر صاحب سمیت کئی اساتذہ اور خیر المدارس کے کئی اساتذہ ہمراہ تھے۔ سید ابوذر شاہ صاحب اپنے مہمان انظر شاہ صاحب سے بغلگیر ہوئے۔ دونوں بزرگوں کے چہروں پر کچھ عجیب سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی شاہ صاحب نے انظر شاہ صاحب سے معانقہ و مصافحہ کے بعد انکے ہاتھ تھامے اور پھر اپنے ہاتھ سر سے پاؤں تک اپنے وجود پر پھیرے۔ انظر شاہ صاحب نے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی مگر شاہ صاحب نے فرمایا میں عملاً آپکے ہاتھ اپنے وجود پر پھیرنا چاہتا ہوں کہ آپ انور شاہ کے بیٹے ہیں آپ کے لئے ہاتھوں کا میرے وجود پر لگ جانا میرے لئے باعث برکت ہے۔ دونوں بزرگوں نے حال احوال کے تبادلہ کے علاوہ کئی امور پر گفتگو کی۔ درمیان گفتگو شاہ صاحب نے اپنے مہمان انظر شاہ صاحب سے فرمایا جو اس محفل کی اہم بات ہے وہ یہ کہ جب علامہ انور شاہ صاحب کشمیری مرحوم کا دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے ساتھ اختلاف ہوا تو ڈھابیل میں قیام کرنے کا پروگرام بنایا جس پر بعض محبین نے کہا حضرت دارالعلوم آپکے نام سے وابستہ ہے ڈھابیل کی بجائے مقابلہ میں بیٹھ جایئے دارالعلوم کی پوری رونق آپکے پاس آ جائے گی مگر جواباً حضرت انور شاہ کشمیری نے فرمایا جس دارالعلوم کو میں نے خون پسینا ایک کر کے پروان چڑھایا ہے میں اسکو اپنی آنکھوں سے اجڑتا دیکھنا نہیں چاہتا اور پھر یہ کہ اختلاف انتظامیہ سے ہے دارالعلوم سے نہیں اور اپنا ڈیرہ ڈھابیل لگا لیا اور فرمایا میں معذرت سے عرض کرتا ہوں آپ اسی انور شاہ کے فرزند تھے مگر آپ دارالعلوم کے مقابلہ میں ایک اور مدرسہ بنا کر بیٹھ گئے یہ اچھا نہیں۔ شاہ صاحب [illegible] نے علامہ انور شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی دی ہوئی لائن پر کام شروع کیا اور آج تک ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اسی راہ حق پر گامزن ہیں۔ اس مشن میں نہ کبھی پہلے کمی آئی نہ آئندہ آنے کی توقع ہے اور فرمانے لگے اچھا کیا آپنے کہ آپ تشریف لائے اگر آپ یہاں آنے کا مجھے موقع نہ دیتے تو ہندوستان آکر حضرت انور شاہ کی قبر پر حاضری دیکر شکوہ کرتا کہ آپ کا بیٹا پاکستان آیا مگر آپ کے کارکنوں کا پتہ نہیں کیا۔ درمیان گفتگو دونوں بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو رواں رہے اور اسی حالت میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

دوسرے دن مدرسہ میں ''سلم العلوم'' کے سبق میں استاذ محترم مولانا محمد امین صاحب جو مدرسہ میں کچھ عرصہ شیخ الحدیث بھی رہے گزشتہ دن دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر چھیڑ دیا۔ حضرت استاذ نے فرمایا میں آج تک یہی سنتا چلا آرہا ہوں کہ یہ گستاخ ہیں۔ مگر تقریباً پہلی مرتبہ قریب ہونے کا موقع ملا اور سید ابوذر بخاری کے انداز استقبال و الوداع دیکھ کر حیران رہ گیا اور آج تک میں نے کسی کو اتنا آداب بجالاتے نہیں دیکھا۔ حقیقت یہی ہے کہ ان دنوں احرار کیلئے مدارس میں عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ مجھے کئی دفعہ ہم سبق طلباء سے مطعون ہونا پڑا اور عجیب و غریب تبصرے سننے میں آئے۔ حتیٰ کہ میں نے جب ابتداء قاسم العلوم میں ایک استاذ محترم سے سوال کیا کہ کیا میں شاہ صاحب سے ملنے جا سکتا ہوں؟ جواب ملا جاسکتے ہو مگر مدرسہ میں ''احرار'' قائم کرنے کے درپے نہ ہونا بہر صورت میں نے تو مدرسہ میں احرار قائم کرنے کی کوشش نہیں کی البتہ جماعت اسلامی کو مدرسہ کے طلباء میں اپنا جماعتی کام کرتے دیکھا مگر علم کے باوجود اس طرف توجہ کسی نے نہیں کی (واللہ اعلم بالصواب)

دوران تعلیم ایک دفعہ گورنمنٹ کالج سے متصل واقع جامع مسجد معاویہ میں جمعہ پڑھنے کی غرض سے پہنچے۔ جمعہ کے بعد ایک آدمی نے سوال کیا کہ آپکا مشن کیا ہے؟ شاہ صاحب نے ایک نوجوان کو کھڑا کیا اور پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا حنیف۔ غالباً اس نوجوان کا تعلق میلسی کے علاقہ کے ساتھ تھا اور کالج میں زیر تعلیم تھا۔ ارشاد فرمایا تیرا پہلا نام کیا تھا؟ اس نے کہا اللہ دتہ۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ ہے میرا مشن۔ میری خواہش ہے کہ گھر گھر صحابہ کا تذکرہ ہو جس پر میرے ایک ہم سبق نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ہاں بھی اللہ دتہ ہے۔ جس پر شاہ جی نے مسکراتے ہوئے فرمایا وہ بھی ٹھیک ہو جائیگا۔ کئی محفلوں میں حضرت نے مجھے فرمایا نام تمہارا بالکل درست ہے۔ شرعاً تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں مگر میری خواہش ہے کہ کسی صحابی کے نام سے اپنے نام کو منسوب کر لو۔ مگر میں اپنے نام کو برقرار رکھنا چاہتا تھا کہ میرے دادا مرحوم کا رکھا ہوا نام ہے، پھر یہ کہ متفقہ طور پر درست ہے۔ بالآخر دورہ حدیث کے سال مجھے یقین ہو گیا کہ شاہ جی کی خوشی میرے نام کی تبدیلی میں ہے۔ حاضر ہوا درخواست کی کہ میرا نام جو چاہو تبدیل کر دو۔ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا بھائی کسی صحابی کا نام جو تمہیں پسند ہو تجویز کر لو۔ میں نے کہا حضرت تمام صحابہ کے نام مجھے پسند ہیں آپ اپنی منشاء سے جو چاہو تجویز کر دو۔ سرد آہ بھری اور فرمایا بھائی ابوبکر سے لیکر وحشی بن حرب تک تمام صحابہ کے نام بابرکت ہیں مگر میری معلومات کے مطابق اس جماعت میں دو صحابی زیادہ مظلوم ہیں [illegible] معاویہ اور [illegible] ان دونوں [illegible] خصوصیت [illegible] یہ ہے کہ جو لوگ صحابہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نام پر روٹی کھا رہے ہیں وہ بھی انکو معاف نہیں کرتے۔ ان میں سے جو چاہو تجویز کر لو جس پر میں نے مغیرہ تجویز کیا اور اسی دن سے آج تک مغیرہ کے نام سے پہچانا جاتا ہوں۔ ستمبر ۸۲ میں تلہ گنگ میں واقع جامع ابوبکر صدیق میں جماعت نے مجھے بحیثیت خطیب تقرر کیا۔ جب بھی گھر حاضر ہوتا ان سے ضرور ملتا اور جب بھی حاضری دی ایسا محسوس ہوا جیسے وہ شخص میرے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اکثر شکوہ کرتے کہ میرے پاس کم وقت لیکر آتے ہو یہ ان دنوں کی بات ہے جب مجلس احرار اسلام کے بزرگوں کا سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی عظمت کے دفاع میں چکوال کے مشہور عالم قاضی مظہر حسین صاحب سے علمی مباحثہ چل رہا تھا۔ قاضی صاحب اپنے فاضل دیو بند ہونے اور حضرت سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز ہونے کے وزن کو اپنے دلائل میں اکثر نمایاں کرتے تھے اور پھر یہ کہ پاکستان میں صرف وہی دیو بند کے ترجمان اور انکے مقابلہ میں آئے ہوئے خارجی ٹولے کے افراد ہیں۔ میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حالات سے مطلع کیا۔ جواباً کیسا ردِ عمل ہونا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا اسکا ایک ہی علاج ہے کہ قرآن و حدیث میں بتائے ہوئے صحابہ کے فضائل و مناقب بیان کرو اور اسلام نے جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصب دیا ہے اسکا تذکرہ کرو سب سے زیادہ قرآن و حدیث نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی کی ہے۔ تاریخ کی قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں اور ساتھ ہی خیال ہوا کہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ کا نکاح تو اعلان نبوت سے پہلے کا ہے یہاں وحی تو نہیں بغیر وحی کے شادی ہوئی اس وقت مجھ سے اسکا کوئی جواب نہ بن سکا۔ میں نے حضرت کو خط لکھا۔ بعد میں ملتان اتفاقاً حاضری ہوئی۔ ملاقات کے بعد میرے لکھے ہوئے سوال کا تذکرہ کیا۔ بڑے خوش ہوئے، اھل مجلس سے فرمایا کہ یہ حدیث میں تیس سال سے پڑھ رہا ہوں یہ سوال آج تک نہ میرے ذہن میں آیا نہ کسی اپنے پرائے نے سوال کیا۔ میں خط پڑھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا کہ اس عزیز کا سوال بہت اہم ہے۔ پھر مجھے فرمایا انتظار کریں اسکا جواب تیرے خط کے حوالے سے الاحرار میں شائع کروں گا۔ آپکی ان دنوں صحت قدرے بہتر تھی۔ بعد میں مرض در مرض کا شکار ہو گئے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے جواباً کچھ لکھا ہو مگر شائع کرنے کی مہلت نہ ملی۔ ساری زندگی صحابہ کی عظمت کا پرچم بلند کرنے والا اور صحابہ کی ناموس کا تحفظ کرنے والا شخص اللہ کے بنائے ہوئے قانون پر لبیک کہہ کر اس دار فانی سے کوچ کر گیا مگر دفاع صحابہ کی ایک ایسی تحریک برپا کر گیا کہ قیامت تک اس مشعل سے راہ پانے والے راہ پاتے رہیں گے۔ انکو خراج تحسین پیش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہم سب مل کر انکے نقش قدم پر چلیں۔

© rasailojaraid.com